بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمیں ایک اہم مسئلہ درپیش ہے جس کی وجہ سے ہم بکھر چکے ہیں، اور معاملہ فرقہ بندی، گالم گلوچ اور خونی جھڑپوں تک پہنچنے لگا ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں مزید مہلک نتائج سے دوچار نہ ہونا پڑے اس وجہ سے آنجناب سے امید ہے کہ اس مسئلہ میں فتوی عنایت فرمائیں، ہوسکتا ہے کہ اس کی برکت سے ہمارے درمیان صلح ہوجائے، اور سب کے لئے اللہ تعالی کا حکم واضح ہو اور ہم کو اس کے اتباع کی توفیق ہوجائے؛ جس کے نتیجے میں ہماری اجتماعیت اسی طرح لوٹ آئے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور تفرقہ مت کرو۔

ہم ایک دینی جماعت ہیں، پورے عالم میں اپنے نفوس کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں، اللہ اور اس کے دین کی طرف حکمت، نرمی اور اچھے اخلاق سے دعوت دیتے ہیں۔ ہمارا کوئی ذریعہ آمدنی، اکاؤنٹ وغیرہ نہیں، بلکہ ہم میں سے ہر شخص اپنی استطاعت کے بقدر اپنا جان، مال لے کر محنت میں لگا ہوا ہے۔ اس محنت میں پہل کرنے والے تین ممالک تھے، جنہوں نے ابتداء سے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے اپنے آپ کو کھپایا اور قربانیاں دیں۔ چنانچہ ان تینوں کا شمار اس محنت کے اہم ترین مراکز میں ہونے لگا۔ اس محنت کو شروع کرنے والے ایک بزرگ عالم تھے، جن کو اللہ تعالی نے زہد، دین کی خدمت میں لگن جیسے اوصاف سے نوازا تھا، وہی جماعت کے امیر تھے، ان کے بعد ان کے صاحبزادے جانشین ہوئے، پھر ان کے قرابتداروں میں سے ایک بزرگ ان کے جانشین ہوئے۔ یہ تینوں حضرات ہی اپنی دینداری، دین کی خاطر قربانی، دنیا سے بے رغبتی، حکمت اور حسن اخلاق میں قابل تقلید نمونہ تھے۔

اور ان کی امارت، جماعت کے بزرگوں، اور ان کے محبین علماء و فضلاء کے باہمی مشورے سے ہی طے پایا تھا۔ کیونکہ جماعت نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں اور امت کی اجتماعیت کو برقرار رکھنے کی خاطر ہر ایک کو چاہے کوئی بھی ہو اور اپنے تمام امور کو مشورے کے تابع کیا ہوا ہے۔

چونکہ جماعت کے آخری امیر نے اپنی وفات سے قبل اس خطرے کو محسوس فرمالیا تھا کہ کام کا میدان عالمی سطح پر کافی وسیع ہوچکا ہے، جس کی وجہ سے بڑھتی ہوئی محنت کے تقاضے روز افزوں ہیں، ایک آدمی اس کا سارا بوجھ نہیں اٹھاسکتا، اور اپنے بعد امارت پر نزاع کے ڈر سے اور اسی قسم کے دیگر پیش نظر خطرات کی بنیاد پر انہوں نے اہل حل وعقد کے مشورے سے طے فرمادیا کہ ان کے بعد کام شوری کے ذریعہ چلے گا۔ کام کی ترقی اور اجتماعیت کو باقی رکھنے کی خاطر اس سے پہلے ہی مختلف علاقوں میں شوری کا قیام عمل میں آچکا تھا۔ اس بناء پر انہوں نے مذکورہ تینوں ممالک سے شوری کے لئے کل دس افراد کا انتخاب کیا، جن میں ان کے بیٹے، اور سابق امیر کے پوتے بھی تھے۔ باوجود اس کے کہ آخر الذکر دونوں حضرات علم، تجربہ اور قربانی میں باقی آٹھ کے ہم پلہ نہیں تھے، امور اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ اس شوری کے دس حضرات میں سے یکے بعد دیگرے آٹھ حضرات وفات پاگئے۔ دو حضرات دو ملکوں میں رہ گئے، اور تیسرے ملک میں ان دس میں سے کوئی بھی نہیں رہا، وہاں بھی آج کل ایک شوری قائم ہے۔

ان دس حضرات میں سے آٹھویں کی وفات کے بعد سبھی نے یہ محسوس کیا کہ کام اپنے نہج سے ہٹنے لگا ہے، اور رفتہ رفتہ اس محنت کی بنیادوں میں تبدیلی رونما ہونے لگی ہے، جس کی وجہ سے ایک طرف محنت میں آئندہ مشکلات کے پیش آنے کا خطرہ ہے اور ان اکابر کے طرز کی خلاف ورزی کا بھی اندیشہ ہے جو اتباع سنت کی وجہ سے کبھی ایک قدم بھی اکابر علماء کے مشورے کے بغیر نہیں اٹھاتے تھے۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے اس دعوت کے علمائے راسخین اور بڑے مدارس کے معروف علماء اہل حق کی طرف سے بھی شدید ناراضگی کا اظہار ہونے لگا ہے۔

ان خطرات کے پیش نظر تینوں ممالک کے اکابر اہل حل وعقد کی یہ رائے ہوئی کہ تینوں ملکوں کے افراد میں سے، شوری کی جماعت میں اضافہ ہو، پھر یہی افراد ان آٹھ حضرات کی جگہ شوری کا حصہ بنیں جو اس دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں؛ تاکہ مشکلات مزید بڑھنے نہ پائیں، اور کام بھی ہر قسم کی انفرادی دخل اندازیوں سے محفوظ اسی طرز پر چلتا رہے جیسے جماعت کے آخری امیر نے اپنی بنائی ہوئی شوری کے ساتھ اتفاق کیا تھا۔ (علم، تقوی، زہد اور تجربہ میں ان جیسے حضرات پر سب ہی متفق بھی ہوگئے تھے۔) اس اضافے پر تمام حضرات متفق ہوگئے جن میں سابقہ شوری کے بقیہ دو افراد میں سے بھی ایک فرد تھے، اور آخری امیر کے پوتے بھی تھے۔

مگر ان دس میں سے ایک نے ان کی شدت سے مخالفت کر کے ان سے جدائی اختیار کرلی، اور ان کے حمایتیوں نے ان کی تائید کی، ان کو اس بات کا زعم ہے کہ درج ذیل امور کی بنیاد پر وہی جماعت کے امیر ہیں:

کہ وہ آخری امیر کی مقرر کردہ شوری کے دس افراد میں سے ایک ہیں۔

اس شوری میں سے پانچ حضرات جو ہندوستان کے تھے موصوف کے سوا سب وفات پا گئے۔

ان دس حضرات میں سے سوائے ان کے اور ایک اور صاحب کے کوئی بقیدِ حیات نہیں، جو کہ شدید علیل رہتے ہیں۔

بانی جماعت کے وہی تنہا وارث ہیں، لہذا جماعت کی امارت کے وہی مستحق ہوں گے۔

خواب میں متعدد بشارات ان کی افضلیت کے بارے میں دیکھی گئی ہیں۔

ان تمام وجوہات کی بنیاد پر ان حضرات کا کہنا ہے کہ عالمی سطح پر جماعت کی امارت کے مستحق وہی ہیں، اور ان کو یہ حق ہے کہ بغیر کسی کے مشورے کے خود ہی منصب امارت سنبھال لیں۔

اور واقعتاً انہوں نے جماعت کے علماء اور پرانے حضرات کے مشورے کے بغیر امارت کا منصب سنبھال لیا ہے، اور ان میں سے اکثر حضرات اس پر راضی نہیں ہیں، جس کی وجہ سے نوبت تفرقے تک پہنچ رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ شریعت کی روشنی میں اس دعوے کی کیا حیثیت ہے اور کیا وہ بغیر کسی کے مشورے کے ہی امارت کے حقدار ہیں؟

سائل

ابوعبداللہ

الجواب باسم ملهم الصواب

جواب سے قبل ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔

انتخابِ امیر کا طریقہ

انتخابِ امیر کا طریقہ: اسلام میں انتخابِ امیر کے تین طریقے ہیں۔

﴿۱﴾ **بیعتِ اہلِ حل وعقد:** یعنی اہلِ حل وعقد بالاتفاق کسی کو امیر منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں، پھر تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے فیصلے اور انتخاب کو قبول کر کے اس منتخب امیر کی بیعت کریں۔ جیسا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت، اہلِ حل وعقد نے ان کا انتخاب کر کے بیعت کرلی، باوجود اس کے کہ وہ خود انکار کرتے رہے، پھر مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر عمومی بیعت کرلی۔

﴿۲﴾ **استخلاف:** اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۂ وقت اپنی حیات کے آخری ایام میں اہلِ حل وعقد سے مشورہ کر کے کسی خاص ایسے شخص کے بارے میں یہ وصیت کرلے جو شرائطِ خلافت کا مستجمع ہو کہ میرے بعد امیر اور خلیفہ یہ ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان، حضرت سعید بن زید، حضرت اسید بن حضیر اور مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے دوسرے اہل حل وعقد سے مشورہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو منتخب فرمایا۔

تنبیہ: بذریعہ استخلاف خلیفہ کے انتخاب کی تین شرطیں ہیں، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط نہ ہوگی تو اس صورت سے کسی کا انتخاب شرعاً صحیح اور درست نہ ہوگا۔

(الف) خلیفۂ اول یعنی منتخب کرنے والے میں خلافت کی تمام شرائط موجود ہوں۔

(ب) خلیفۂ ثانی یعنی جس کا انتخاب کیا جارہا ہے، میں بھی شروطِ خلافت مجتمع ہوں۔

(ج) امیر وخلیفۂ اول نے اہل حل وعقد کے مشورہ سے امیر وخلیفۂ ثانی کے انتخاب کا فیصلہ کیا ہو، نہ کہ اپنی ذاتی رائے سے۔

(۳) **شوری:** اس کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۂ اول اور امیر اہل حل وعقد میں سے چند لوگوں کی شوری مقرر کر کے یہ وصیت کردے کہ میرے بعد یہ اہل حل وعقد لوگ اتفاق رائے سے اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کردیں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے چھ رکنی شوری مقرر فرمائی، اور آپ کی شہادت کے بعد اس شوری کے فیصلے سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا انتخاب ہوا۔

مذکورہ بالا جملہ باتوں کی تفصیل مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالی نے دلائل کے ساتھ نہایت احسن انداز میں احسن الفتاوی میں تحریر فرمائی ہے، حضرت فرماتے ہیں:

"طریقِ انتخابِ امیر:

اسلام میں انتخابِ امیر کے تین طریقے ہیں:

﴿۱﴾ بیعتِ اہلِ حل وعقد، كما وقع لسيدنا أبي بكر رضي الله تعالى عنه

﴿۲﴾ استخلاف، خلیفۂ وقت چند اہل حل وعقد سے مشورہ کر کے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ خلیفہ ہوگا، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعید ابن زید، اسید بن حضیر اور مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالی عنہم میں سے دوسرے اہل حل وعقد سے مشورہ کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو منتخب فرمایا۔

روى ابن الأثير رحمه الله تعالى أن أبا بكر الصديق لما مرض دعا عبد الرحمن يعني ابن عوف فقال له: أخبرني عن عمر بن الخطاب فقال عبد الرحمن: ما تسألني عن أمر إلا وأنت أعلم به مني، قال أبو بكر: وإن؟ فقال عبد الرحمن: هو والله أفضل من رأيك فيه، ثم دعا عثمان ابن عفان، فقال: أخبرني عن عمر، فقال: أنت أخبرنا به، فقال: على ذلك يا أبا عبد الله، فقال عثمان: اللهم علمي به أن سريرته خير من علانيته وأن ليس فينا مثله، فقال أبو بكر: يرحمك الله! والله لو تركته ما عدوتك، وشاور معهما سعيد بن زيد أبا الأعور وأسيد بن حضير وغيرهما

من المهاجرين و الأنصار، فقال أسيد: اللهم أعلمه الخيرة بعدک یرضی للرضی و یسخط للسخط الذی یسر خیر من الذی یعلن، و لن یلی هذا الأمر أحد أقوی علیه منه (أسد الغابة ۱٦۸/۴)

بذریعۂ استخلاف انعقادِ خلافت کی شرائط:

استخلافِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلِ مذکور سے ثابت ہوا کہ بذریعۂ استخلاف انعقادِ خلافت کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) خلیفۂ اول میں خلافت کی سب شروط موجود ہوں۔

(۲) خلیفۂ ثانی بھی سب شروطِ خلافت کا مستجمع ہو۔

(۳) خلیفۂ اول نے خلیفۂ ثانی کے انتخاب میں اہلِ حل وعقد سے مشورہ کیا ہو۔

﴿۳﴾ شوریٰ، خلیفۂ وقت چند اہلِ حل وعقد کی شوریٰ متعین کر کے یہ وصیت کردے کہ میرے بعد یہ لوگ اتفاقِ رائے سے اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ منتخب کریں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی چھ رکنی شوریٰ متعین فرمائی، اس کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب عمل میں آیا۔

رواه الامام البخاری رحمه الله تعالی عن عمرو بن میمون رضی الله تعالی عنه و لفظه قال (عمر رضی الله تعالی عنه): ما أجد أحدا أحق بهذا الأمر من هؤلاء النفر أو الرهط الذین توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم و هو عنهم راض فسمی علیا و عثمان و الزبیر و طلحة و سعدا و عبد الرحمن، و قال یشهدکم عبد الله بن عمر، و لیس له من الأمر شیء کهیئة التعزیة له، فإن أصابت الإمرة سعدا فهو ذاک و إلا فلیستعن به أیکم ما أمر فإنی لم أعزله عن عجز و لا خیانة (و بعد أسطر) فلما فرغ من دفنه اجتمع هؤلاء الرهط، فقال عبد الرحمن: اجعلوا أمرکم إلی ثلاثة منکم، فقال الزبیر: قد جعلت أمری إلی علی، فقال طلحة: قد جعلت أمری إلی عثمان، و قال سعد: قد جعلت أمری إلی عبد الرحمن بن عوف، فقال عبد الرحمن: أیکما تبرأ من هذا الأمر فنجعله إلیه، و الله علیه و الإسلام، لینظرن أفضلهم فی نفسه، فأسکت الشیخان فقال عبد الرحمن: أفتجعلونه إلی و الله علی أن لا آل عن أفضلکم، قالا: نعم، فأخذ بید أحدهما، فقال: لک قرابة من رسول الله صلی الله علیه وسلم، و القدم فی الإسلام ما قد علمت، فالله علیک لان أمرتک لتعدلن و لان أمرت عثمان لتسمعن و لتطیعن، ثم خلا بالآخر، فقال له مثل ذلک، فلما أخذ المیثاق، قال: ارفع یدک یا عثمان، فبایعه فبایع له علی و ولج أهل الدار فبایعوه (صحیح البخاری ۵۲۵/۱)

انتخابِ امیر کے یہی تین طریقے ہیں........‘‘(احسن الفتاویٰ ۱۴۵ تا ۱۴۷/۶)

الحاصل: مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ انتخابِ امیر کا اصل مدار اہلِ حل وعقد کا فیصلہ ہے، اس سلسلے میں کسی کی ذاتی رائے اور ہر کس وناکس کی رائے اور مبشراتِ منامیہ اور خوابوں وغیرہ کا کچھ بھی دخل نہیں۔

دلائل:

(۱) قال الله تعالیٰ: و اذا جاء هم امر من الامن او الخوف اذاعوا به و لو ردوه الی الرسول و الی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم (۸۳/۴)

جب عمومی مسائل کے لئے اہلِ حل وعقد کی طرف رجوع کا حکم ہے تو خلافت جیسے اہم واعظم مسئلے کے لئے عوام کالانعام کی طرف رجوع کی کیسے اجازت دی جاسکتی ہے؟

(۲) و قال تعالیٰ: یا ایها الذین امنوا اطیعوا الله و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (۴/ ۵۹)

اس آیت میں اولوالامر کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱) حکام (۲) اہلِ حل وعقد

پہلی آیت میں اولوالامر سے اہلِ حل وعقد ہی متعین ہیں اس سے ثابت ہوا کہ دوسری آیت میں بھی یہی تفسیر راجح ہے۔

جب عام معاملات میں اہلِ حل وعقد کی اطاعت کا حکم ہے تو انتخابِ امیر جیسے اہم مسئلے میں بطریق اولیٰ ان کی اطاعت فرض ہوگی۔

(۳) و قال تعالیٰ: و ان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل الله (۶/۱۱۶)

(۴) و قال تعالیٰ: ان الله یأمرکم أن تؤدوا الامٰنٰت الی اهلها (۴/۵۸)

اس سے جیسے یہ ثابت ہوا کہ امیر ایسے شخص کو منتخب کرنا فرض ہے جس میں امارت کی اہلیت ہو، اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ عوام پر یہ فرض ہے کہ انتخابِ امیر کا مسئلہ خود طے کرنے کی بجائے ایسے اہلِ حل وعقد کے سپرد کرے جس میں انتخاب کی اہلیت ہو۔

(۵) نصوصِ شرعیہ کے علاوہ عقل کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ انتخابِ امیر ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ اس کے لئے کمالِ عقل کی ضرورت ہے، اور علمِ دین اور تقوی کے بغیر عقل کامل نہیں ہوسکتی۔

صورتِ سوال کا حکم: مندرجہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر صورتِ سوال کا حکم یہ ہے کہ سوال میں مذکور شخصیت سوال میں ذکر کردہ وجوہ کی بناء پر شرعی امیر نہیں ہے، کیونکہ شرعی امیر بننے کے تین طریقے ہیں، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی، اور یہ وجوہ ان تین طریقوں میں سے کسی میں داخل نہیں، نیز ہمارے مطالعہ اور تحقیق و تفتیش کے مطابق کسی کتاب میں ان امور کو انتخابِ امیر کا طریقہ واستحقاقِ امارت کا سبب نہیں قرار دیا گیا۔ لہٰذا اس شخصیت اور اس کے حمایت کرنے والوں پر واجب ہے کہ وہ اس خلافِ شرع روش سے باز آجائیں، اور جماعت کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے اور فتنے کا سبب نہ بنیں، بلکہ ان کے لئے اہلِ حل وعقد کی جانب رجوع کرنا اور ان کے فیصلے کو خوش دلی سے ماننا ضروری ہے۔

فقط و الله سبحانه و تعالی اعلم

کتبہ: امان اللہ

دار الافتاء بجامعة الخلفاء الراشدين

ماری پور، کراچی

۳۰/ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ

الجواب صحیح